Research Journal
Tahqeeqat

eISSN: 2791-0342
pISSN: 2791-0334

ریسرچ جرنل
تحقیقات

اسد محمد خان کے منتخب افسانوں کا موضوعاتی جائزہ

A Thematic Review of Selected Fictions of Asad Muhammad Khan

Umar Farooq
PhD Scholar,
Department of Urdu, University of Education,
Lower Mall Campus, Lahore

عمر فاروق
پی ایچ۔ڈی اسکالر،
شعبہ اردو، یونیورسٹی آف ایجوکیشن لوئر مال کیمپس، لاہور

Abstract

Asad Muhammad Khan is considered one of the most significant fiction writers of modern era. In his fiction human beings are portrayed free rather than caged. His fictional works cover all domains including story, plot, technique, setting, environment, cultural background, satire, social and moral ignorance. In short there is not any dimension which is not picturized in his fiction. Asad Muhammad Khan has depicted realism and symbolism in great depth and has included the problems of urban life in his stories. His stories are replete with optimism and there is no glimpse of pessimism. The culture of Muslim-India and issues of human civilization are described in his fictional works.

Keywords: *Asad Muhammad Khan, Stories, Modern Fiction, Unique Method, Cultural Background, Symbolism, Realism, Freedom, Satire, Elegance*

کلیدی الفاظ: اسد محمد خان، کہانیاں، جدید افسانہ، منفرد اسلوب، تہذیبی پس نظر، علامت نگاری، حقیقت نگاری، آزادی، طنز، ظرافت

انسانی جبلت میں یہ چیز بڑی واضح ہے کہ وہ جس چیز میں دلچسپی رکھتا ہے اُسے اپنے بہت قریب اور سب سے افضل سمجھتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہر گز نہیں کہ باقی تمام چیزوں سے اُسے لگاؤ نہیں رہتا۔ جس طرح ایک اچھی فلم دیکھنے کے بعد اس کا دیر تک اثر رہتا ہے اُسی طرح سے ہی ہماری دلچسپی ہوتی ہے۔ اسی طرح دور جدید میں جس قدر افسانہ کو وسعت ملی، اسی قدر موضوعات کو بھی جدید تناظر میں بیان کیا جانے لگا۔ اسد محمد خان جدید افسانہ نگاروں میں ایک نمایانام ہے۔ جدیدیت کو حقیقت نگاری کی ضد جانا گیا وہ ریلسٹ افسانہ نگاروں کے وسیلے سے پروان چڑھی۔ مثلاً انیس ناگی کا یہ بیان لائق توجہ ہے:

> ”نئے افسانے کی تصوراتی تشکیل اور اس کا فریم ورک ۱۹۶۰ء کے افسانہ نگاروں سے قبل سعادت حسن منٹو ”پھندنے“ میں قائم کر چکے تھے۔“(1)

حسنین جمال اسد محمد خان کے فن کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> ”بلاشبہ افسانے کی سب سے بڑی طاقت اس کی فضا ہے، مگر اس فضا کو بنانے میں اسد محمد خان کرداروں پر بڑی توجہ دیتا ہے، یہ کردار پرچھائیاں نہیں ہیں، معاشرے کے زندہ لوگ ہیں مگر انہیں خود پورا دیکھنے کا ہوش یا توفیق نہیں، دوسری بات یہ ہے کہ ان کے ہاں سنائی پہلے دیتے ہیں اور دکھائی بعد میں، یہی وجہ ہے کہ چاروں طرف گونجنے اور چھا جانے والا اس کا تخلیقی فقرہ اس کے

افسانے کی مطلوبہ فضا بناتا ہے، جس کے اندر ناانصافی اور ریاکاری پر افسانہ نگار اپنے مشتعل نتھنے پھیلائے رکھتا ہے۔"(2)

اسد محمد خاں کو تفصیلاً پڑھنے کے بعد یوں لگ رہا ہے جیسے اس سے بڑا کوئی افسانہ نگار نہیں۔ اسد محمد خاں کے افسانوں میں وہ تمام عناصر موجود ہیں، جن کی ضرورت ایک اچھے افسانہ نگار کو ہوتی ہے۔ کہانی، پلاٹ، کردار، اساطیر، تکنیک، منظر نگاری، مقام، ماحول، تہذیبی پس منظر، موزونیت، لب ولہجہ، اسلوب، طنز، ظرافت، سماجی و اخلاقی جہالت، الغرض کوئی جہت ایسی نہیں جو ان کے افسانوں میں دکھائی نہ دے۔ اسد محمد خان اپنے متعلق خود لکھتے ہیں:

"میں بہت تیاری سے لکھتا ہوں مجھے یقین ہے میرے دوسرے فاضل دوست بھی پوری تیاری سے لکھتے ہوں گے۔ میری تیاری Conceptual بھی ہوتی ہے اور اسٹرکچرل بھی... مجرد وقت جو ماضی حال مستقبل سے الگ ایک خداوندی تسلسل ہے اپنی ازلی ابدی سچائیوں کے ساتھ میری ناچیز تحریروں پر اپنا سایہ ڈالتا رہے۔"(3)

اسد محمد خاں کے افسانوں میں جو آزادی کی ایک خوب صورت فضا دکھائی دیتی ہے، وہ دوسرے بڑے افسانہ نگاروں سے اس طرح نہیں ملتی، کیونکہ اسد محمد خاں مختلف زبانوں اور مختلف حالات سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ ان کے افسانوں میں ہمیں ہر طرح کے شہر اور اس میں بسنے والے لوگ مکمل طور پر آزاد دکھائی دیتے ہیں۔ اس حوالے سے کہانی "باسودے کی مریم" کو دیکھا جاسکتا ہے۔ "نربدا" افسانے میں شیر شاہ سوری کا زمانہ اس لیے پسند کرتے ہیں کہ وہ تمام انسانوں کے رہنے کے قابل ہے۔ ہر کہانی اپنے اندر معاشرت کا گہرا احساس لیے ہوئے ہے اور ہر کہانی دوسری سے مختلف ہے۔ موضوعات کے حوالے سے کہیں بھی اکتاہٹ محسوس نہیں ہوتی۔ ہند اسلامی ثقافت اور انسانی زندگی کے تہذیبی مسائل اسد محمد خاں کے افسانوں میں نمایاں نظر آتے ہیں۔ دوہری تہذیب کے باعث اپنے افسانوں میں شخصی مسائل کا گہرا ادراک رکھتے ہیں۔ اسد محمد خاں کے افسانوں میں جو Complexness نظر آتے ہیں وہ ہر دور کے انسان کا نفسیاتی مسئلہ ہے مگر کچھ ان کے افسانوی کردار ایسے بھی ہیں جو خاص سماجی صورتِ حال کے گرد گھومتے ہیں۔ ایک اچھا افسانہ نگار اپنی تحریر کا تنقیدی جائزہ بھی لیتا ہے اور اُسے بار بار پڑھتا بھی ہے۔ اس حوالے سے بھی اسد محمد خاں سنجیدہ ہیں۔ ان کے افسانوں کو پڑھ کر یوں محسوس ہوتا ہے گویا ایک کہانی کو پتا نہیں کتنی بار پڑھ کر چھوڑا ہے۔ زبان دانی اور رموز اوقاف کا اس طرح سے خیال کرتے ہیں، جیسے یہ ان پر فرض ہو۔ جملہ تراشی کو دیکھ کر یوں لگتا ہے گویا کسی دھات کو خام حالت میں لایا گیا ہو۔ کہانی "باسودے کی مریم" میں آزادی کا خیال اور "نربدا" کہانی میں شیر شاہ سوری کے زمانے کو پسند کرنا لوگوں کے اندر امن اور سکون کی دلیل ہے اور اور اس افسانہ کو تاریخی تناظر میں دیکھا جاسکتا ہے، جس میں ایک معاشرت سامنے ہے۔

تاریخی تناظر سے متعلق یہ اقتباس، مورخین کے لیے، شیر شاہ سوری کی سوانح کا کلیدی فہم پیش کرتا ہے:

"Although Fareed Khan,s Offer was Declined due to his tender age, He was Encouraged to wait several more years until fit for service, and Awarded a Hamlet, Balhu, in the Pargana of Shahabad, in the neighbourhood of his father,s estate." (4)

''مئی دادا'' میں اسد محمد خاں سماجی اور نفسیاتی مسائل کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ ایک ہی کردار کے اندر ہمیں تین (مجیتا سکھ ازم کی، مجید اسلام کی اور مئی دادا ہندوازم کی) کی ترجمانی نظر آتی ہے۔ ایک ہی کردار میں اس طرح تینوں مذاہب کا یک جا ہونا کفر نہیں بلکہ انسان دوستی کا ایک ایسا عنصر ہے جو مختلف تہذیب کے باہمی اتصال سے پیدا ہوتا ہے۔ ''ترلوچن'' کہانی بھی ہندی اور اسلامی تہذیب کے پیرائے میں بنی گئی ہے اور دونوں تہذیبوں کے عناصر کو متوازی رکھ کر ایک نئی تہذیب سامنے آتی ہے۔

اسد محمد خاں کے افسانوں میں سب سے نمایاں جو چیز نظر آتی وہ ''انسانیت'' ہے۔ ''ترلوچن'' کے طیش بھرے اندوہ ''گھڑی بھر کی رفاقت'' کے سوار ''جانی میاں'' کے سلطان بھائی ''ایک میٹھے دن کا انت'' کے لمڈے ''رگھوبا اور تاریخ فرشتہ'' کے رگھوبا ''نربدا'' کے کنور بکرم نارنگ سنگھ اور ایسے کئی کردار انسانی زندگی پر اس طرح سے بُنے گئے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اسد محمد خاں کی زبان کا کمال ان کے فن اور احساس کو اپنے اندر لیے ہوئے ہے۔ ان کے ثقافتی افسانوں کی زبان وندھیاچل اور نربدا کی مٹی سے ابھرتی ہے۔ ''براوویراوو''، ''ناممکنات کے درمیان''، ''فورک لفٹ ۳۵۲''، ''اک وحشی خیال کا منفی پن''، ''ڈزنگ''، ''مردہ گھر میں مکاشفہ''، ''مرتبان'' اور ''بوب کا چائے خانہ'' ایسے نمائندہ افسانے ہیں جن میں زبان دانی کے طور پر اسد محمد خاں بہت مضبوط نظر آتے ہیں۔

اسد محمد خاں کے افسانوں میں متنوع زندگی کا گہرا تجربہ، واقفیت اور حساسیت میں لپٹا ہوا، کہانی کی صورت میں سامنے آتا ہے۔ انہوں نے زندگی کی معاصر صورتِ حال کو تخیل اور تاریخ میں گھلا ملا کر پیش کیا ہے۔ ان کے افسانوں میں مصلحت گوشی اور منافقت کے پردے چاک کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ خواہ یہ مصلحت اور منافقت مذہبی ہو، سماجی یا سیاسی، متوسط طبقے کی آسائشیں، انداز فکر، محرومیاں، بے چارگی، توہمات اور خواب بھی ان کے افسانوں کا مرکز قرار پائے ہیں۔ ''باسودے کی مریم''، ''نربدا'' اور ''رگھوبا اور تاریخ فرشتہ'' جیسے افسانے لکھنے والے اس افسانہ نگار کی بعض کہانیاں شدید تلخ اور سفاک حقائق کو اس طور آشکار کرتی ہیں کہ قاری انگشت بدنداں رہ جاتا ہے اور یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ کیا واقعی آج کا انسان، مالی منفعت کے لیے اس حد تک بھی گر سکتا ہے۔ ایسی ہی دو کہانیاں ''مردہ گھر میں مکاشفہ'' اور ''وقائع نگار'' ہیں۔ ''مردہ گھر میں مکاشفہ'' کا ایک کردار جو مردوں کی دیکھ بھال پر مامور ہے، مردوں کے جسم سے سارے بال مونڈھ کر بازار میں بیچ دیتا ہے۔ جہاں دوسرے کاروباری ذہنیت رکھنے والے بغیر کسی احساسِ جرم یا گناہ کے لیے انہیں اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ مادیت پرستی کی اس ہولناک سطح کو بیان کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں:

''دیکھو جناب! سسرال والوں کے ساتھ میل میلاپ سے رہنا پڑتا ہے۔ ایک ہی سالا ہے میرا۔ پوشش کا کام کرتا ہے۔ ایک بار بولا بھائی جی، صوفے میٹریس میں بھرنے کے لیے مال نہیں ملتا۔

اکہتر کے بعد سے پٹ سن ملنا بند ہو گیا ہے اور روئی پڑتی ہے جی بہت مہنگی، ... پھر کہنے لگا بھائی جی،
لاشوں کو فرق کوئی نہیں پڑے گا۔ بھلے ہی اوپر بال ہوویں، بھلے ہی نہ ہویں..."(5)

"وقائع نگار" سیاسی صورتِ حال پر بہت گہرا اور پر اثر طنز ہے۔ مردہ گھروں میں جس طرح لاشوں کو غتر بود (Dispose off) کرنے کا عمل ہوتا ہے، اسی طرح سیاست دان ناپسندیدہ افراد، واقعات کو غتر بود کرتے ہیں۔ وہ انہیں ایک ٹب میں ڈال دیتے ہیں اور پھر انہیں بھول جاتے ہیں وقت خود ہی ان کو ختم کرتا رہتا ہے۔ ان ناپسندیدہ اشیاء یا واقعات کی تردید بھی نہیں کی جاتی کیونکہ تردید بذات خود ایک طرح کا منفی اثبات ہوتی ہے اور یوں آہستہ آہستہ وہ معاملات جن کا نشان مٹانا مقصود ہوتا ہے، افراد اور اقوام کے حافظے سے گم ہو جاتے ہیں۔

"... پھر اندر لاش پر فراموش کاری کا عمل شروع ہوتا ہے۔ لاش کا سب ریکارڈ، نام، پتا، زمانہ، اس کے خیالات اور نظریات، اس کی تشبیہیں، اس کے لیے کہی گئی نظمیں، اس کے لیے نکالے ہوئے جلوس، سب (Liquidate) ہوتے رہتے ہیں۔ باہر بھی کوئی اس کا نام نہیں لیتا... ہم دونوں ہی وقائع نگار، مطلب (Seavengers) (اس کے ونجرز) ہیں جو اپنی (Mindles) محنت سے ناپسندیدہ میٹریل کو غتر بود کرنے کے عمل میں کسی دوبے وغیرہ کا ہاتھ بٹا رہے ہیں۔"(6)

جدید عصری صورتِ حال کی تصویر کشی کے لیے اسد محمد خاں نے سائنس فکشن کے انداز میں ایک افسانہ "مرتبان۔ ایک سمری" لکھا ہے۔ یہ افسانہ ان کے پہلے مجموعے میں ایک "ذلیل سائنس فکشن" کے عنوان سے شائع ہوا تھا۔ اس افسانے میں چار کردار ہیں۔ میں، وہ، لینچ مین (Lynchmen) اور راوی، Lynchmen ایذا پہنچانے کی ایجنسیاں ہیں۔ کرخت غیر انسانی روبوٹ جن کا کوئی نظریہ یا نصب العین نہیں ہے۔ وہ صرف اپنے رنگ اور بیپ بدلتے ہیں۔ ہمہ وقت موجود رہتے ہیں اور ظاہر یہ کرتے ہیں کہ وہ بدل بدل کر کہیں اور سے آئے ہیں۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے وہ کسی عہد کے پابند نہیں اور جو صرف وصول کرنا جانتے ہیں۔

"وہ" جو ان کا قیدی ہے اور جس نے زندہ رہنے کے لیے اپنا سورج، اپنا آسمان دے دیا ہے۔ جو لیزر سے بچنے کے لیے لنچ مین کو اپنی زندگی کے دن بھی دے دیتا ہے۔ آہستہ آہستہ وہ ختم ہو جاتا ہے اور اس کی نئی پہچان بنتی ہے وہ بھی لنچ مین بن جاتا ہے:

"اور جب محدب شیشے کی لیزر شعاعوں نے میری آٹھوں انگلیوں اور دونوں انگوٹھوں کو چاٹنا شروع کر دیا اور جلتی ہوئی مٹی اور جلتے ہوئے گوشت کی بو میری طرف بڑھنے لگی، اس وقت میرے لیے بے آکسیجن یا بے دن ہو جانا، دونوں بے معنی ہو گئے... تب اچانک، انہوں نے سیاہ سخت بالوں والے مہربان پنجے بڑھا کر چھت کا زاویہ بدل دیا۔ مرتکز کرنوں کی یکساں غیر شخصی گرج بند ہو گئی اور پگھلتی ہوئی مٹی اور پگھلتے ہوئے گوشت اور ہڈیوں نے پگھلنا موقوف کر دیا، تاہم میں نے اطمینان کا سانس لیا کہ چلو ٹخنوں سے اوپر تو میں پورا ہوں... میں نے خاموشی سے خود کو ان کے حوالے کر دیا تو

انہوں نے میرے سب دن اُٹھا لیے اور معدوم کرنے والی شعاعوں نے جو کچھ بچا تھا، معدوم کر دیا،
بس میرے دونوں خصیے اور دونوں پنجے چھوڑ دیئے۔"(7)

اسد محمد خان اپنے ابتدائی افسانوی مجموعے میں کئی ایک ایسی کہانیاں شامل کرتے ہیں جو اپنے علامتی اور تجریدی اسلوب کی بنیاد پر، اس امر کا ثبوت فراہم کرتی ہیں کہ ان کے ہاں علائم کو برتنے کا ایک خوبصورت سلیقہ موجود ہے اور پھر اس فکری سلیقہ شعاری میں انھوں نے اس شے کا خاص طور سے خیال رکھا کہ کہانی اپنے موضوع، اور اسلوب کی بنیاد پر ابلاغ کے معاملہ میں تشنہ نہ رہے، انھی کہانیوں میں ایک ایسی کہانی بھی موجود ہے جو بیک وقت "عہد عتیق" اور "عہد جدید" کے زمانی تفاوت کو مٹاتے ہوئے مقدس بائبل کے اسلوب میں، اسلامی تاریخ اور عقیدے کے مختلف الہیاتی حوالوں سے مزین ہے۔ یہ کہانی "براوو! براوو" دو مرکزی کرداروں حضرت یوحنا علیہ السلام اصطباغی (حضرت یحییٰ علیہ السلام) اور حضرت ایلی پاک دامن علیہ السلام (حضرت الیاس علیہ السلام) کے کرداروں کے کے ساتھ بیان ہوتی ہے۔ افسانے میں موجود کردار، مذکورہ عظیم المرتبت شخصیات کا لبادہ اوڑھے، جعل سازی سے کام لیتے ہیں۔ گو کہ دونوں عظیم ہستیوں کا زمانی بُعد صدیوں پر محیط ہے، تاہم افسانہ نگار کا تخیل انہیں ایک ہی زمانے بلکہ معاصر زمانے میں متحرک دکھاتا ہے۔ اور اس کی وضاحت میں کرونو گراف کا وہ سایہ دکھائی پڑتا ہے کہ جس سے بچتے ہوئے جعل ساز، زمانی تفاوت کو مٹاتے ہیں اور روحانیت کا ایک سمجھ میں نہ آنے والا ناٹک جاری رکھتے ہیں۔ یہاں حضرت یوحنا علیہ السلام اصطباغی کی صورت ابھرنے والا ایک منفی کردار، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مصلوب ہونے کا واقعہ دہرانا چاہتا ہے۔ وہ سارتر کے افسانے 'دیوار' کے مرکزی کردار کے مانند، کوئی بڑا کام، خواہ وہ گھٹیا ہی کیوں نہ ہو، کر کے، دُنیا کو، حیران کر دینا چاہتا ہے۔

جس میں ابن ہشام کے تصور خدا کی ایک صورت، زرتشت، ابن العربی اور سینٹ آگسٹائن آف ہپو کے ساتھ ساتھ افسانہ نگار کی ذاتی رائے بھی قاری سے مکالمہ کرتی ہے۔ غرض ان تمام حوالہ جات کی موجودگی، عہد حاضر کے آشوب اور فرد کے داخلی بحران کو سمیٹتی ہے۔ اور اگر بات آگے بڑھائیں تو زندگی کا لایعنی پن بھی کہانی کے مرکزہ کے گرد گھومتا ہے۔

علامتی کہانیوں میں قدرے مختلف کہانی "ناممکنات کے درمیان" ہے۔ ہندو متھالوجی سے متعلق یہ کہانی افسانہ نگار کی ان معدود چند کہانیوں میں سے ایک ہے، جہاں قاری کے لئے متن کے اسرار جاننا سہل نہیں۔ یعنی یہاں بنیادی معاملہ ابلاغ کا ہے اور اسے پڑھتے ہوئے موضوع کی سنجیدگی کے ساتھ ساتھ، پیش نظر میں موجود اشیاء کا ایسا مکینیکل انداز ملتا ہے کہ جس کو سمجھنے کے لئے ہمیں افسانہ نگار کی جانب، ناگزیر طور پر رجوع کرنا پڑتا ہے۔ گو کہ کہانی کا حاصل افسانے کی آخری چند سطروں سے عیاں ہے تاہم اس کے باوجود کہانی کا متن جس فکری مباحثے کی تشکیل کرتا ہے وہ بنیادی طور پر کہانی کار کی اس وضاحت سے تفہیم کے دائرے میں داخل ہوتا ہے۔

اسلامی تاریخ کے سیاہ باب کا پس منظر رکھنے والے ایک متاثر کن تحریر "شہر کوفے کا محض ایک آدمی" ہے۔ افسانہ نگار خود کو اور اپنے عہد کے انسانوں کو انتہائی کم ظرف، گھٹیا اور پرلے درجے کا کمینہ آدمی سمجھتے ہوئے ان کا موازنہ ایک ایسے شخص سے کرتے ہیں جو پہلے تو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خط لکھ کر کوفہ آنے کی دعوت دیتا ہے، لیکن ابن زیاد لعین کے سب و شتم سے خائف ہو کر اور پھر بعد میں پیش آنے والے روح فرسا واقعات کہ جن میں حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کو شامل کر سکتے ہیں، پر محض گریہ وزاری کے اور کچھ نہ کر سکا

اور اپنے پسندیدہ معمولات میں کوئی تبدیلی نہیں لاتا۔ یہ کردار صرف حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ علمدار کی شہادت پر کس قدر رنجیدہ ہوتا ہے اور ٹھیک سے نیند نہیں لے پاتا۔ لیکن جب اسے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی کا خطرہ محسوس ہوتا ہے تو وہ غضبناک ہو کر اپنے گھر سے "دس ہزار دینار زادوں" کو مغلضات سناتا لعین اول شمر ذوالجوشن اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان آ کھڑا ہوتا ہے اور شمر کے ناپاک ارادے کے سامنے سینہ سپر ہو جاتا ہے۔ افسانہ نگار تاریخ کے اس کردار کو، خود پر، اور اپنے عہد کے لوگوں پر فوقیت دیتے ہوئے یہ کہتا ہے کہ یہ شخص "جیم۔ الف" ہم سے بدرجہ بہتر ہے۔

علامتی کہانیوں میں ایک مختصر کہانی "برج خموشاں" کے نام سے ملتی ہے جو اس عہد کے ہر سوچنے سمجھنے والے کے فکری المیے کو مناسب انداز میں پیش کرتی ہے؛ بھری پڑی اس کائنات میں، انسان کتنا بے بس اور لاچار ہے اور جسے زندگی گزارنے کے لیے کتنے محدود وسائل میسر ہیں اور وہ اپنی تنگنائے زیست میں جس گھٹن کا شکار ہے یہ کہانی اس بحرانی اور سانحاتی انسانی وقوع کو نمایاں کرتی ہے۔

> "برج خموشاں" کی آخری دو تحریریں بھی علامتی حاشیوں میں بیان ہوئی ہیں۔ یعنی مرتبان... "آوازوں کا ایک ناٹک" اور "مرتبان ایک سمری"۔ یہ دونوں تحریریں معنوی اعتبار سے ایک دوسرے سے باہم متصل ہیں۔ پہلی تحریر ایک سے زائد فکری جہات رکھتی ہے یعنی انسانی استحصال اور حبس زدہ جنسی زندگی وغیرہ۔ دوسری تحریر "مرتبان۔ ایک سمری" جو بقول اسد محمد خان، ان کے پہلے افسانوی مجموعے میں "ایک ذیلی سائنس فکشن" کے نام سے شائع ہو چکی ہے میں جنسی گھٹن کو نمایاں کرنے کی کاوش ملتی ہے۔

بات بلیک کامیڈی کے حوالے سے کریں تو اس میں افسانہ "وقائع نگار" ایک ایسے اندوہناک سلسلے کا ڈرامائی بیانیہ ہے جس پر افسانہ نگار بہت زیادہ جُز بُز ہونے کے بجائے صرف واقعات کے تسلسل میں انسانی اخلاقیات کی برہنگی کو برہنہ لاشوں کے وسیلوں سے بیان کرتے ہیں۔

مردہ گھر اور لاشوں کے حوالے سے یہ کہانی مصنف کی دوسری کہانیوں یعنی "مردہ گھر میں ایک مکاشفہ" اور "پدما" (وقائع نگار کا مرکزی نسوانی کردار) کے حوالے سے ایک تھرلنگ کہانی "خفت میں پڑا ہوا مرد" سے مماثلت رکھتی ہے۔ زیر بحث کہانی ہم انسانوں کے ایسے مذمتی رویوں کو چھیڑتی ہے جن سے خیر کی رتی بھر گنجائش نہیں نکلتی۔ یعنی ہم انسان، ساتھی زندہ انسانوں کو تو تنگ کرتے ہیں لیکن ہمارے رویے اس قدر بھیانک ہو چکے ہیں کہ مرنے والوں سے بھی دلخراش چھیڑ چھاڑ سے نہیں گھبراتے۔ کہانی ایسے لوگوں سے مکالمہ کرتی ہے جو روپے پیسے اور سیاسی اور سماجی اسباب کی بناء پر مردہ لوگوں کے جسموں سے کھیلتے ہیں اور یہ کریہہ اور قابل مذمت دھندا، دونوں ہمسایہ ممالک، ہندوستان اور پاکستان میں، بڑے پیمانے پر کیا جا رہا ہے۔

بلیک کامیڈی کے حوالے سے بات کریں تو اس ضمن میں کم از کم تین کہانیاں ضرور ایسی موجود ہیں جو بلیک کامیڈی کے جملہ کوائف کا احاطہ کرتی ہیں۔ تاہم بیشتر اس کے کہ ہم یہ تین کہانیاں "ملفوظات بھوتا" (برج خموشاں)، وقائع نگار (غصے کی نئی فصل) اور بلیک کامیڈی (تیسرے پہر کی کہانیاں) کو زیر بحث لائیں یہ مناسب ہو گا کہ صراحت سے یہ جان لیں کہ بلیک کامیڈی اور اس کے جملہ آحاد کیا ہیں:

"اس ترکیب کو پہلے پہل فرانسیسی ڈرامہ نگار، اے نوئی (Anouilh) نے استعمال کیا۔ ۱۹۳۰ء اور ۱۹۵۰ء کی درمیانی مدت میں اس نے جو ڈرامے لکھے تھے انہیں "گلابی پارے" اور "سیاہ پارے" کہا ہے۔ یہ امکان بھی ہے کہ یہ ترکیب اس نے فرانسیسی شاعر، اندرے بریتوں (Breton) کے انتخاب "کالے مزاح کی انتھالوجی" (۱۹۴۰ء) سے اخذ کی جس میں ایسی تحریروں کو یکجا کیا گیا تھا جو مزاحیہ انداز میں صدمہ انگیز، ڈرائونے اور گھنائونے معاملوں کا جائزہ لیتی ہوں۔"(8)

ملفوظاتِ بھپوتا اپنی ہر سطر میں گہرا طنز اور نوک دار ہجویاتی عناصر کے اوزار لیے ہوئے ہے۔ ہمارے ہاں عام طور پر شخصیات کی تکمیل میں اسلاف کا تذکرہ یا پھر خاندان اور خاندان والوں کے ساتھ بزرگوں کا ذکر جس مبالغے اور غیر فطری اور جذباتی انداز میں کیا جاتا ہے اس پر یہ تحریر ایک تیکھی جراحی کا کام لیتی ہے اور پھر خاص طور سے روحانی فیوض کے معاملے میں، خارق عادت، معاملات کو جس طرح سے یکجا کیا جاتا ہے اور جس بھونڈے اور لجلجے انداز میں روحانی واقعات کی نقاب کشائی کی جاتی ہے۔ یہ تحریر ایسے تمام رویوں کو آڑے ہاتھوں لیتی ہے:

"اس بزرگ کی عطا کردہ مجیروں کی جوڑی آج بھی اس گنہگار کی بیاضوں کے متصل دھری رہتی ہے اور وقتاً فوقتاً کام آتی ہے کہ تحفہ درویش ہے۔ اللہ تعالیٰ ملک الشعرا الشیخ ضمیر الحسن بپّا کو اجر عظیم دے اور مرقدِ بپا کو کھنکھناتے ہوئے نور سے بھر دے۔"(9)

شوبز جو عموماً ایک بڑا متاثر کن، گلیمر اور شہرت کا سماجی منطقہ سمجھا جاتا ہے اپنے داخل میں خباثت اور پیشہ ورانہ حسود کے ایسے لاعلاج امراض لیے ہوتا ہے کہ جن پر کیمرے کی نظر کبھی بھولے سے بھی نہیں پڑتی۔ افسانہ نگار فکر کے کیل کانٹوں سے لیس، شوبز کے داخلی وجود کا، بے رحمی سے پوسٹمارٹم کرتا ہے اور ہمیں اپنے تجربات اور مشاہدوں میں شریک رکھتا ہے۔ افسانہ "وقائع نگار" ایک ایسے اندوہناک سلسلے کا ڈرامائی بیانیہ ہے جس پر افسانہ نگار بہت زیادہ جُز بُز ہونے کے بجائے صرف واقعات کے تسلسل میں انسانی اخلاقیات کی برہنگی کو برہنہ لاشوں کے وسیلوں سے بیان کرتے ہیں۔ مردہ گھر اور لاشوں کے حوالے سے یہ کہانی مصنف کی دوسری کہانیوں یعنی "مردہ گھر میں ایک مکاشفہ" اور "پدما" (وقائع نگار کا مرکزی نسوانی کردار) کے حوالے سے ایک تھرلنگ کہانی "خفت میں پڑا ہوا مرد" سے مماثلت رکھتی ہے۔ زیر بحث کہانی ہم انسانوں کے ایسے مذمتی رویوں کو چھیڑتی ہے جن سے خیر کی رتی بھر گنجائش نہیں نکلتی۔ یعنی ہم انسان، ساتھی زندہ انسانوں کو تو تنگ کرتے ہیں لیکن ہمارے رویے اس قدر بھیانک ہو چکے ہیں کہ مرنے والوں سے بھی دلخراش چھیڑ چھاڑ سے نہیں گھبراتے۔ کہانی ایسے لوگوں سے مکالمہ کرتی ہے جو روپے پیسے اور سیاسی اور سماجی اسباب کی بناء پر مردہ لوگوں کے جسموں سے کھیلتے ہیں اور یہ کریہہ اور قابل مذمت دھندا، دونوں ہمسایہ ممالک، ہندوستان اور پاکستان میں، بڑے پیمانے پر کیا جا رہا ہے۔

بلیک کامیڈی کے ضمن میں ایک تیسری کہانی جس کا عنوان ہی "ایک بلیک کومیڈی" ہے۔ قاری کو افسانہ نگار کی پیشہ وارنہ مصروفیات سے آشنائی کا موقع فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ شوبز سے جڑے ان معاملات سے بھی آگاہ کرتی ہے جو عموماً فلم اور ٹی وی کے ناظرین سے پوشیدہ رہتے ہیں۔

شوبز جو عموماً ایک بڑا متاثر کن، گلیمر اور شہرت کا سماجی منطقہ سمجھا جاتا ہے اپنے داخل میں خباثت اور پیشہ ورانہ حسود کے ایسے لاعلاج امراض لیے ہوتا ہے کہ جن پر کیمرے کی نظر کبھی بھولے سے بھی نہیں پڑتی۔ افسانہ نگار فکر کے کیل کانٹوں سے لیس، شوبز کے داخلی وجود کا، بے رحمی سے پوسٹمارٹم کرتا ہے اور ہمیں اپنے تجربات اور مشاہدوں میں شریک رکھتا ہے:

"پروڈیوسرز کو دوسری Female Lead کا بندوبست کرنا پڑا مگر جلد ہی Production House کے پارٹنرز میں سے کسی ایک حرام زادے کی غیر ضروری توجہ سے وہ حاملہ ہو گئی جس پر پوری یونٹ نے بھنگڑا ڈالا۔(The Blundering Bastards)۔

اس پوری صورتِ حال سے برہم ہو کر Senior- Most Partner نے جو خاصا محتاط اور بیوس آدمی تھا اپنی پارٹنر شپ ختم کر دی اور اپنے مالی مفادات اس اداکار کو فروخت کر دیے جو اب تک ٹورچر یونٹ کے Foreman کا رول ادا کر رہا تھا۔ اس نے آتے ہی Male lead کو فارغ کر دیا اور خود میک اپ پہن کر کیمروں کے آگے آ کھڑا ہوا۔ اب کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔"(10)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حواشی وحوالہ جات

1۔ انیس ناگی، نئے افسانے کی کہانی، لاہور، جمالیات، ۲۰۰۸ء، ص:۵۵

2۔ حسنین جمال، "اسد محمد خاں۔ ایک تعارف"، مشمولہ، کہانی گھر، ترتیب: زاہد حسن، لاہور، سانجھ پبلشرز، اکتوبر، نومبر، دسمبر ۲۰۱۴ء، ص:۱۳۹

3۔ اسد محمد خان، "میں کیوں لکھتا ہوں"، مشمولہ، چہار سو، راولپنڈی، جلد ۱۷، جنوری، فروری ۲۰۰۸ء، ص:۶

4- Basheer Ahmad Khan Matta, Sher Shaw Suri, Karachi, Oxford University Press, 2005, p 37

5۔ اسد محمد خاں، "مردہ گھر میں مکاشفہ"، مشمولہ، جو کہانیاں لکھیں از اسد محمد خان، کراچی، اکادمی بازیافت، ستمبر ۲۰۰۶ء، ص:۱۶۷۔۱۶۸

6۔ اسد محمد خاں، "وقائع نگار"، مشمولہ، جو کہانیاں لکھیں، ص:۲۷۰۔۲۷۱

7۔ اسد محمد خاں، "مرتبان۔ ایک سمری"، مشمولہ، جو کہانیاں لکھیں، ص:۱۹۱۔۱۹۲

8۔ اسد محمد خان، جو کہانیاں لکھیں، کراچی، اکادمی بازیافت، ستمبر ۲۰۰۶ء، ص:۶۰۲

9۔ سہیل احمد خان، محمد سلیم الرحمٰن، منتخب ادبی اصطلاحات، لاہور، جی سی یونیورسٹی، ۲۰۰۵ء، ص:۴۱

10۔ اسد محمد خان، جو کہانیاں لکھیں، ص:۱۵۷

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Roman Havashi-o-Havalajat

1. Anis Nagi, "Nay Afsany Ki Khani", Lahore, Jamaliat, 2008, P 55

2. Hasnain Jamal, "Asad Muhammad Khan – Aik Taruf", Masmoola, Khani Ghar, Tadeep: Zahid Hassan, Lahore, Sanj Publication, October, November, December 2014, P 139

3. Asad Muhammad Khan, "Main Ku Likta Ho", Masmoola, Char Su, Rawalpindi, Jild 17, January, February 2008, P 6

4. Basheer Ahmad Khan Matta, "Sher Shaw Suri", Karachi, Oxford University Press, 2005, P 37

5. Asad Muhammad Khan, “Murda Ghar Main Maksfa”, Mashmoola, Jo Khania Liky by Asad Muhammad Khan, Karachi, Aadmi Bazyaft, September 2006, P 167-168
6. Asad Muhammad Khan, “Waqia Nagar”, Mashmoola, Jo Khania Liky, P 270-271
7. Asad Muhammad Khan, “Martban – Aik Samri”, Mashmoola, Jo Khania Liky, P 191-192
8. Asad Muhammad Khan, “Jo Khania Liky”, Karachi, Aadmi Bazyaft, September 2006, P 602
9. Sohail Ahmad Khan, Muhammad Saleem ur Rehman, “Mantab Adbi Aslaat”, Lahore, G C University, 2005, P 41
10. Asad Muhammad Khan, “Jo Khania Liky”, P 157